جلد ۴۴ | مورخہ ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ اگست ۱۹۴۳ء مطابق ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ ظہور ۱۳۲۱ ہش | نمبر ۲۰ تا ۲۳

خوشخبری عظیم

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طباعت کا انتظام ہو گیا ہے

یہ خبر احباب سلسلہ کے لئے نہایت مسرت اور خوشی کا باعث ہوگی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے مخیر بزرگ کو کھڑا کر دیا ہے۔ جس نے حضرت عرفانی کبیر سے یہ حتمی وعدہ فرمایا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح کی اشاعت و طبع کے لئے ایک گرانقدر رقم مرحمت فرمائیں گے۔

یہ اسباب اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے پیدا کئے ہیں۔ اور ایسے رنگ میں کئے ہیں۔ کہ جن کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ حضرت والد صاحب قبلہ نے سیرت احمدؑ کا کام شروع بھی کر دیا ہے میں نے خود ان مسودات کو جو ان کے خزانہ میں محفوظ ہیں۔ دیکھا ہے۔ اگرچہ اب ان کی پیرانہ سالی اور اس پر شدید مصروفیت کی وجہ سے کام کی رفتار اس قدر تیز نہیں ہوسکتی۔ جیسے کہ ایام جوانی میں تھی۔ مگر ان کی ہمت آج بھی جواں سال ہے۔ میں نے ان کو دیکھا ہے۔ کہ وہ بسا اوقات شدید ضعف یا کمزوری کی شکایت کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر اسی حالت میں ان کو کوئی کام درپیش آجاتا ہے۔ تو وہ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے عزم کے سامنے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں گذشتہ ایام میں جبکہ میں ان کے پاس تھا۔ وہ ۲۲ روز تک علیل رہے۔ کبھی کبھی اسہال آجاتے ضعف ہو جاتا۔ جسم میں برودت پیدا ہو جاتی۔ دل ایسا معلوم ہوتا۔ کہ دبایا جا رہا ہے۔ مگر اسی حالت میں وہ اپنے فرائض کی سرانجام دہی کے لئے روانہ ہو جاتے۔ میں نے ایک دن مخدومی حضرت نواب اکبر یار جنگ بہادر سے انکی بیماری اور پھر کام کا ذکر کیا۔ تو وہ فرمانے لگے۔ "اللہ اکبر ان کی ہمت کیا کہنے ہیں۔ پہاڑ سے بھی بلند ہے۔ کتنے ہی بیمار ہوں۔ مگر پھر دیکھو تو کام کر رہے ہیں۔" الغرض انکی بلند ہمتی بینظیر ہے اور باوجود بیماری۔ کمزوری اور پیرانہ سالی کے ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔ اس لئے توقع ہے۔ کہ وہ جلد اس عظیم الشان کام کو سرانجام دے سکیں گے۔ تاہم احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت عرفانی کبیر صاحب قبلہ کی صحت و درازی عمر کیلئے دعا فرماتے رہیں۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ انکو اس خدمت کی تکمیل کی توفیق دے۔ اور جہاں حضرت عرفانی کبیر کے لئے دعا فرمائیں وہاں اس مخیر بزرگ کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ جس نے اپنی قربانی سے اس نعمت کو دنیا کے ہاتھوں تک پہنچانے کی سعی کی۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی برکتیں ان کے خاندان پر نازل فرمائے۔ اور ان کے گھر کو اور خاندان کو دینی اور دنیاوی اور آسمانی اور زمینی برکات سے مالامال فرمائے آمین

(محمود احمد عرفانی)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ــــ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

ہمارا آئندہ رویہ

(حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے)

اپنے تازہ خطبہ کے بعد دعاؤں اور غور کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ کانگرس کی طرف سے جو ملک میں بغاوت اور فساد پیدا کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ اس بارہ میں ہمارے لئے دو راستے کھلے ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک کا اختیار کرنا حکومت کے رویہ پر منحصر ہے۔ وہ دو راستے یہ ہیں۔

اول۔ کانگرس کی فساد انگیز جدوجہد کا مقابلہ کرنا۔

دوم۔ جماعتی طور پر اندرونی فساد کا مقابلہ کرنے میں حصہ نہ لینا۔ اور صرف جنگ کے متعلق کوششوں میں حکومت کی مدد پر اکتفا کرنا۔

اول۔ حکومت پہلے کانگرس سے جنگ شروع کرتی ہے۔ اور وفادار جماعتوں کو اپنی مدد کے لئے بلاتی ہے۔ پھر جب اپنے ہمسایوں اور لبا اوقات اپنے عزیزوں سے لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ گاندھی جی روزہ رکھ لیتے ہیں۔ یا ایسی ہی کوئی اور حرکت ہو جاتی ہے۔ جو دل کی تبدیلی پر دلالت نہیں کرتی۔ بلکہ صرف ایک دھمکی ہوتی ہے حکومت اس سے ڈر کر کانگرس سے صلح کر لیتی ہے۔ اور (الف) وہ تعاون کرنے والی جماعتیں جو ایک غیر ملکی حکومت کی خاطر اپنے عزیزوں اور دوستوں سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ نہایت شرمندہ ہوتی ہیں۔ اور مہینوں اور سالوں ان کو دوسرے لوگوں کی طرف سے طعنے ملتے ہیں (ب) کانگرس کی منظم جماعت ان کے خلاف ریشہ دوانی شروع کر دیتی ہے۔ اور وہی حکومت جس کی تائید کی وجہ سے وہ جماعتیں بدنام ہوتی ہیں۔ ان وفادار جماعتوں کے خلاف کانگرسی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے کارروائیاں شروع کر دیتی ہے۔ جماعت احمدیہ کو اس کا تلخ تجربہ حاصل ہے۔ جماعت احمدیہ نے متواتر کانگرس کے خلاف جنگ میں حکومت کا ساتھ دیا۔ کانگرس کا وہ حصہ جو مسلمانوں میں کام کر رہا ہے۔ احراری جماعت ہے۔ یہ جماعت پہلے جماعت احمدیہ سے اچھے تعلقات رکھتی تھی۔ ۱۹۲۳ء کی تحریک میں میرے اشتہارات پر انہوں نے لبیک کہتے ہوئے مسلمانوں کی اقتصادی تحریک کی درستی کے لئے کام کرنا شروع کیا۔ اسی سال میں چودھری افضل حق صاحب نہایت تپاک سے مجھے شملہ میں ملتے رہے اور انہوں نے بعض سفارشیں کرنے کی بھی مجھ سے خواہش کی جس کے مطابق میں نے کام کر بھی دیا۔ اس کے بعد پھر کانگرس سے ہمارا مقابلہ ہوا۔ یہ جماعت کانگرس سے مل گئی۔ اور ۱۹۳۴ء میں انہوں نے ہمارا مقابلہ شروع کیا۔ گورنر سے لے کر ڈپٹی کمشنر تک اس کی امداد کرتے رہے۔ اور عدالتوں میں اور عدالتوں سے باہر جماعت احمدیہ کو باغی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہم مسٹر شیلر سابق نائب وزیر ہند کے ممنون ہیں۔ جنہوں نے حکومت ہند کی معرفت پنجاب کی حکومت کو اس طرف توجہ دلائی۔ اور اس وقت کی حکومت پنجاب نے غلط بیانی کر کے اپنی جان چھڑوائی۔ اور حکومت برطانیہ کو جواب دیا۔ کہ ہم جماعت احمدیہ کو وفادار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حکومت پنجاب حکومت ہند کو جو رپورٹیں بھجوانی رہی تھی۔ ان میں بالوضاحت جماعت احمدیہ کی وفاداری پر شکوک کا اظہار کرتی رہی تھی۔

گذشتہ سے گذشتہ سال کے جلسہ پر جب سول اینڈ ملٹری گزٹ کے نامہ نگار نے ایک معاندانہ اور جھوٹا نوٹ میری تقریر کی نسبت شائع کیا۔ جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ گویا میں نے حکومت کو دھمکی دی ہے۔ کہ ہم کانگرس کی طرح عدم تشدد کے قائل نہیں۔ اور ہم حکومت کا تشدد سے مقابلہ کریں گے۔ جو ایک صریح جھوٹ تھا۔ اور ہمارے عقائد کے خلاف تھا۔ تو اس پر اس وقت کے گورنر صاحب نے حکومت ہند کو اس جھوٹے نوٹ کی طرف توجہ دلائی۔ اور جو تردید میری طرف سے ہوئی تھی۔ اسے اس رنگ میں پیش کیا۔ کہ گویا میں نے بعد میں جھوٹ بول کر اپنی تقریر کی تردید کی ہے۔ اور یہ گورنر صاحب اپنی خط و کتابت میں اپنے آپ کو میرا Yours very sincere friend لکھا کرتے تھے۔ تازہ واقعہ ڈلہوزی کا واقعہ ہے۔ اس میں ہمیں باغی بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور اس کوشش کے پیچھے بعض مخالفین حکومت کا ہاتھ تھا۔ جنہوں نے بعض پولیس افسروں سے مل کر یہ شرارت ہم سے وفاداری کا بدلہ لینے کے لئے کی تھی۔

ان تمام واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ حکومت کے ساتھ تعاون سب سے بڑا جرم ہے۔ گورنمنٹ کے مخالف ان باتوں کو نہیں بھولتے۔ وہ بعد میں بدلہ لینے کی ہر تدبیر اختیار کرتے ہیں۔ اور حکومت کے بعض افسران کی پیٹھ ٹھونکتے اور وفاداروں کو باغی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ان حالات کی موجودگی میں اگر کانگرس اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائے اور ایک عام شورش ملک میں پیدا کر دے۔ تو چونکہ یہ اس کی آخری جنگ ہوگی۔ وہ ان جماعتوں کے خلاف یقیناً نفرت کے جذبات سے بھر جائیگی۔ جو اس وقت اس کا مقابلہ کریں۔ حکومت کے استحکام کے لئے یہ قربانی کی جا سکتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اگر حکومت خود ہی چند دنوں کے بعد گاندھی جی کے روزہ سے ڈر کر کانگرس کے آگے ہتھیار ڈال دے۔ تو ان تعاون کرنے والی جماعتوں کے لئے ہندوستان میں کونسی جگہ باقی رہ جائیگی۔ وہ ایک لمبے عرصہ کے لئے ذلیل ہو جائیں گی۔ اور ملک میں اپنا وقار کھو بیٹھیں گی۔ پس ان حالات میں میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ باوجود سابقہ تلخ تجربہ کے ہم حکومت کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اپنے تمام ذرائع اس کے سپرد کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس امر کا واضح الفاظ میں اعلان کر دے۔ کہ وہ مسٹر گاندھی کے روزہ سے ڈر کر یا کسی اور ایسی ہی تدبیر سے خائف ہو کر اس وقت ملک میں فساد پیدا کرنے والوں کے آگے ہتھیار نہ ڈال دے گی۔ اور ندامت کے اظہار یا اپنی غلطی کا اقرار لئے بغیر انہیں آزاد نہ کرے گی۔ اگر وہ یہ اعلان کر دے۔ تو باوجود سابقہ تلخ تجربہ کے ہم اس کی جماعتی طور پر مدد کرنے کے لئے تیار رہیں گے۔

اگر ایسا نہ ہو۔ تو پھر یہی صورت ہمارے لئے باقی رہ جائیگی کہ جہاں تک جنگ کا تعلق ہے۔ ہم حکومت کی مدد کرتے رہیں گے۔ لیکن اندرونی فسادات کے متعلق ہم غیر جانبدار کی حیثیت میں رہیں گے۔ گورنمنٹ اور کانگرس آپس میں نپٹتے پھریں۔ ہم جماعتی طور پر اس جھگڑے میں کوئی حصہ نہ لیں گے۔ ہاں اگر منفردانہ طور پر جماعت احمدیہ کا کوئی آدمی گورنمنٹ کی مدد کرنا چاہے۔ تو ہم اس سے اسے روکیں گے نہیں۔ مگر کانگرس کی مدد کسی احمدی کو انفرادی طور پر بھی نہ کرنے دیں گے۔ کیونکہ حکومت کا مقابلہ کرنا ہمارے مذہبی اصول کے خلاف ہے۔

میرے مندرجہ بالا نتیجہ پر پہنچنے کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہمارا آئندہ طریق عمل حکومت کے فیصلہ پر منحصر ہے۔ اگر حکومت اس امر کا اعلان کر دے گی۔ کہ توبہ کا اعلان کئے بغیر وہ فتنہ پیدا کرنے والوں کو نہیں چھوڑیگی۔ اور کانگرس سے ڈر کر اس سے صلح نہ کرے گی۔ تو ہم پورے طور پر اس کا ساتھ دیں گے۔ لیکن اگر وہ ایسا اعلان نہ کرے گی۔ تو ہم اپنے قومی تعاون کو جنگی کوششوں تک محدود رکھیں گے۔

اب میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ چونکہ وقت تھوڑا ہے۔ ہر جگہ کی جماعتوں کو اپنے آپ کو فوراً زیادہ سے زیادہ منظم کرنا شروع کر دینا چاہیئے۔ تا اگر ملک میں فساد ہو۔ اور ہم حکومت کا ساتھ دینے کا فیصلہ کریں۔ تو فوراً عملی کام شروع کیا جا سکے۔ اگر اس دفعہ ہندوستان میں فساد ہوا۔ تو وہ پہلے فسادوں کی طرح نہ ہوگا۔ بلکہ غالباً بہت وسیع ہوگا۔ اور باوجود کانگرس کے عدم تشدد کے دعویٰ کے وہ خونریزی اور قتل و غارت کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ سو اس کا مقابلہ کرنے سے پہلے ہمارے دوستوں کو اپنی جانوں اور مالوں کی قربانیوں کا تہیہ کرنا پڑے گا۔ وہ لوگ ہرگز اس کام کے لئے تیار نہ ہوں۔ جو دوسرے دن مجھے خط لکھنے لگیں۔ کہ کانگرسی ہمیں یوں ستاتے ہیں۔ اور یوں دکھ دیتے ہیں۔ مرکز ہماری مدد کرے۔ ان بزدل سپاہیوں کی اس جنگ میں ضرورت نہ ہوگی۔ جو لڑائی پر جاتے ہوئے پہرہ کا مطالبہ کریں۔ ان کا مقام احمدیت میں نہیں ہے۔ ان کو اپنی جانیں بچانے کے لئے ارتداد اختیار کر لینا چاہیئے۔ کہ احمدیت کی بھٹی انہیں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہمیں اگر اس جنگ میں شریک ہونا پڑا۔ تو اس کی امید کبھی نہ رکھنی ہوگی۔ کہ حکومت ہماری مدد کرے گی۔ یا مرکز ہماری مدد کریگا۔ بہادر ان امور کی طرف نگاہ نہیں رکھتے۔ وہ صرف ایک بات جانتے ہیں۔ قربانی اور پھر قربانی۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار:۔ مرزا محمود احمد

کامیاب قربانی

ذہنی و جسمانی تربیت کے بغیر ممکن نہیں

"خدام الاحمدیہ کی غرض در حقیقت یہی ہے۔ کہ وہ تنظیم کے ماتحت علمی طور پر بھی جماعت کے تمام افراد کو سلسلہ اور اسلام کے مسائل سے واقف کریں۔ اور عملی طور پر بھی جماعت کے ہر فرد کے اندر یہ احساس پیدا کریں۔ کہ ضرورت کے موقعہ پر بلا دریغ اور بلا وقفہ ہر شخص خدمت کے لئے حاضر ہو جایا کرے۔" پس ہم میں سے ہر رکن کی ذہنی تربیت ایسی ہونی چاہیئے۔ کہ قربانی کی آواز پر لبیک کہنا اس کی فطرت ثانیہ بن چکا ہو۔ اور اس کے قویٰ ایسے رنگ میں تربیت یافتہ ہونے چاہئیں۔ کہ وہ کم سے کم نقصان اٹھا کر سچائی کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچا سکے۔ اور ہماری تنظیم ایسی مکمل ہونی چاہیئے۔ کہ ہم سارے کے سارے کم سے کم وقت میں مناسب مقام پر جمع ہو سکیں۔ اور اس کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ہمارے احباب کی تنظیم مکمل ہو۔ اور ہر قسم کی خامی سے پاک ہو۔ اور اسکی طرف میں نے اپنے ایک گذشتہ نوٹ میں جو ۲۱ اگست کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے۔ قائدین کرام کو توجہ دلائی تھی۔ اور مجھے کامل امید ہے۔ کہ قائدین نے اسکی طرف فوری توجہ کی ہوگی۔ اگر کسی قائد صاحب سے کوتاہی ہوئی ہو۔ تو وہ گذشتہ نوٹ میں شائع شدہ ہدایات کی

سیرت المہدی کا ایک ورق

ذیل میں ان روایات میں سے کچھ الحکم کی اس اشاعت میں شائع کر رہا ہوں۔ جو صیغہ تالیف و تصنیف کے ذریعے الفضل میں شائع ہو رہے ہیں۔ شائع شدہ روایات کے شائع کرنے کی یہ غرض ہے۔ کہ الحکم کے پڑھنے والوں کو روایات کے سلسلہ میں یکجائی طور پر الحکم میں مواد مل سکے۔ کیونکہ الحکم کا یہ مقصد خصوصی رہا ہے۔ کہ وہ سیرت کے سلسلہ میں جسقدر مواد جمع کر سکتا ہو۔ کرتا رہے۔ اور اس خدمت کی سرانجام دہی میں خدا کے فضل سے الحکم کا سر بہت بلند ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی کمی اسباب کے باوجود کئی ہزار روایات گذشتہ سالوں میں شائع کر کے احباب کے ہاتھوں تک پہنچا دیں۔ اور اس طرح ایک قیمتی ذخیرہ عشاق احمدؑ کے لئے مہیا کر دیا۔ اب جو روایات سلسلہ کے دیگر جرائد میں وقتاً فوقتاً طبع ہوتی رہتی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ ان کو بھی آہستہ آہستہ الحکم میں جمع کر دیا جائے۔ تاکہ سیرت کے سلسلہ میں الحکم کا ریکارڈ مکمل رہے۔ (ایڈیٹر)

روایات جناب حافظ عبدالعلی صاحب برادر حضرت مولوی شیر علی صاحب

مباحثہ مابین عبداللہ آتھم و حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بمقام امرتسر میں عاجز بھی شامل تھا۔ حضور علیہ السلام کو اپنے دعاوی کے اثبات میں قرآن شریف کی آیات ازبر یاد تھیں۔ اور پوری یاد تھیں۔ عاجز اور ایک اور حافظ صاحب کا یہ کام تھا۔ کہ حضور علیہ السلام کو سیپارہ سورۃ اور رکوع کا پتہ عرض کر دیں۔ غالباً قرآن شریف کھول کر وہ جگہ نکال کر پیش کر دیتے۔ عاجز چند دن کے بعد علی گڑھ ایف۔ اے میں داخل ہونے کے لئے چلا گیا۔

(۲)

ڈاکٹر مارٹن کلارک والے مقدمہ اقدام قتل میں ایک دفعہ حضور علیہ السلام کپتان ڈگلس کے سامنے بمقام بٹالہ پیش تھے۔ ظہر کی نماز کا وقت آگیا۔ حضور نے نماز پڑھنے کے لئے عدالت سے اجازت چاہی۔ عدالت نے اجازت دے دی۔ حضور بڑے خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ عرصہ (غالباً بیس سال فرمایا) ہوا۔ مجھے ایک خواب آیا تھا۔ کہ میں ایک بادشاہ یا حاکم کے روبرو پیش ہوں۔ نماز کا وقت آگیا۔ میں نے اس سے نماز کی اجازت چاہی۔ اس نے مجھے اجازت دے دی۔ آج وہ خواب پورا ہو گیا۔ میں اس وقت موجود تھا جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔

(۳)

ایک دفعہ کسی مقدمہ کے دوران میں آپ گورداسپور معہ خدام تشریف رکھتے تھے۔ شیخ علی احمدؐ صاحب وکیل کی کوٹھی پر۔ آپ کے اردگرد بہت سے خدام بیٹھے۔ مگر آپ خلوت کو بہت پسند فرماتے۔ چھوٹی سی کوٹھی تھی۔ آپ خلوت کے حصول کے لئے چھوٹے کمروں میں تشریف لے جاتے۔

(۴)

اسی مقدمہ کے آغاز میں مارٹینو مجسٹریٹ ضلع امرتسر نے آپ کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کیا۔ اسی اثناء میں وہ مقدمہ عدالت ضلع گورداسپور میں قانونی بناء پر تبدیل ہو گیا اور وارنٹ گرفتاری منسوخ ہو گیا۔ معمولی اطلاع نامہ کے ذریعہ اطلاع یابی ہوئی۔ آپ ؑ کو حالات معلوم ہوئے۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ کہ خدا کی راہ میں ہم ہتھکڑی کو سونے کا کنگن خیال کرتے ہیں۔ خوش ہوتے اور خوشی سے پہنتے ہیں۔ یہ ارشادات آپؐ نے نچلے گول کمرہ میں فرمائے۔

(۵)

آپؐ شام کا کھانا معہ خدام چھوٹی مسجد کی چھت پر تناول فرماتے۔ میں بھی کئی دفعہ پاس بیٹھنے کا شرف حاصل کرتا۔ آپؐ کھانا بہت تھوڑا کھاتے۔

(۶)

عشاء کی نماز سے پہلے اور کھانا تناول فرمانے کے بعد اسی مسجد کی چھت پر معہ خدام تشریف رکھتے۔ اس وقت کئی ایک خادم آپ کے پاؤں دباتے۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ کہ جو لوگ میرے پاؤں دباتے ہیں۔ ان کے روحانی حالات مجھے رات بوقت دعا معلوم ہوتے ہیں۔ میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔

(۷)

ایک دفعہ موسم گرما میں ظہر کی نماز کے وقت آپ تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ مجھے الہام ہوا ہے۔ برقتْ عیونُ طفلی۔ اور نہایت وثوق سے فرمایا۔ کہ بشیر (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؐ صاحب) کی آنکھیں اچھی ہو جائیں گی۔ ان دنوں ان کی آنکھوں سے بہت پانی آتا۔ اور گیڈ بھی بہت رہتی تھی۔ یہ عاجز بھی اس ارشاد کے وقت حاضر تھا۔

(۸)

ایک دفعہ موسم گرما میں ظہر سے پہلے تخلیہ میں چھوٹی مسجد میں حضور نے مجھ سے ایک انگریزی کتاب پڑھوا کر سنی۔ (چند دن کے لئے ایسا ہوا) یہ کتاب کسی یہودی نے عیسائیت کی تردید میں لکھی تھی۔ یہ غالباً ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے۔

(۹)

آپ نہایت اعلیٰ اخلاق رکھتے تھے۔ ایک دفعہ بعد نماز صبح سیر کے لئے باہر تشریف لائے۔ مرزا نظام الدین صاحب کے مکان کے بڑے دروازہ کے سامنے ایک چبوترہ تھا۔ وہاں آپؐ کا ایک غریب اور عاجز سا خادم بیٹھا تھا۔ اسکی حالت و پوشاک نہایت معمولی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ بخار کا کیا حال ہے۔ اس نے جواب دیا۔ حضور! بخار فلاں وقت ہو جاتا ہے۔ اس پر آپ ؑ اندر تشریف لے گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ایک گلاس دودھ اور ایک گولی کونین لے آئے۔ اور اسے یہ دونوں چیزیں استعمال کے لئے دے دیں۔

(۱۰)

آپؑ کا اسوہ حسنہ یہ تھا۔ الحب للہ والبغض للہ آپ مرزا نظام الدین وغیرہ سے اس لئے قطع تعلق رکھتے تھے کہ ان کا خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق نہ تھا۔

(۱۱)

آپ ؑ نیم خوابیدہ نگاہیں رکھتے تھے۔

(۱۲)

میں بوقت خطبہ الہامیہ موجود تھا۔ حضور علیہ السلام کی آواز اس وقت بدلی ہوئی تھی۔ ضلع سیالکوٹ کا ایک سید ملہم (احمدی) میرے پاس بیٹھا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ کہ فرشتے بھی سننے کے لئے موجود ہیں۔

(۱۳)

مٹھ ٹوانا ضلع شاہ پور سے ایک سکھ معہ اپنے لڑکے کے آیا۔ اس کے لڑکے کو غالباً تپ دق کا مرض تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ سے علاج کرانے آیا تھا۔ اس لڑکے کا باپ دعا کے لئے حاضر ہوتا۔ آپ دعا فرماتے۔ آپؐ کو الہاماً ایک نسخہ معلوم ہوا۔ جو اس پر حضرت مولوی صاحب کی معرفت استعمال کرایا گیا۔ اور وہ لڑکا شفایاب ہو گیا۔ (الفضل ۱۴ / ۲ / جون ۱۹۴۱ء)

روایات خان محمد یحییٰ خاں صاحب مرحوم

(۱)

میرے والد صاحب مرحوم حکیم مولوی انوار حسین خاں صاحب ساکن شاہ آباد ضلع ہردوئی نے ۱۸۸۹ء میں لدھیانہ آ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی تھی۔ اس سے کچھ عرصہ قبل سے حضور کے ساتھ خط و کتابت شروع تھی۔ اور وہ شروع ہی میں بیعت کرنے کے خواہشمند تھے۔ لیکن چونکہ اس وقت حضور علیہ السلام کو بیعت لینے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے حضورؑ نے میرے والد صاحب کو بیعت کے لئے قادیان آنے سے روکا ہوا تھا۔

(۲)

جب حضور علیہ السلام کو بیعت لینے کا اذن مل گیا۔ اور حضورؑ اسی غرض کے لئے لدھیانہ تشریف لے جا رہے تھے۔ تو اسی وقت والد صاحب مرحوم کو اطلاع فرما دی۔ جس پر والد صاحب مرحوم لدھیانہ آ کر فیضیاب ہوئے۔

(۳)

والد صاحب مرحوم دیوبند کے دستار بند مولوی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمان نوازی کا یہ واقعہ اکثر سنایا کرتے تھے۔ کہ میں جب پہلی بار

قادیان دارالامان ۱۸۹۲ء میں آیا۔ تو اس وقت مہمان گول کمرہ میں ٹھہرا کرتے تھے۔ اور میں بھی وہیں ٹھہرا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی مہمانوں کے ساتھ ہی کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ اور کھانا کھاتے کھاتے اُٹھ کر اندر تشریف لے جاتے۔ کبھی چٹنی کبھی اچار لے کر آتے۔ اور یہ کہہ کر مہمان کے آگے رکھتے کہ یہ آپ کو مرغوب ہوگا۔ لیکن خود کھانا بہت کم کھاتے۔ اور مہمانوں کی خاطر زیادہ کرتے

(۴)

چند سال گزرے۔ مسجد اقصیٰ میں نمازیوں کی کثرت دیکھ کر والد صاحب مرحوم نے فرمایا۔ پہلی مرتبہ جب میں قادیان آیا۔ اور جمعہ کے دن نماز کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد اقصیٰ میں تشریف لے چلے۔ تو راستہ میں مولوی شادی کشمیری ملا۔ آپ نے اس کو نماز پڑھنے کے لئے ساتھ لے لیا۔ اور میاں جان محمد صاحب مرحوم کو بھی ساتھ لے لیا۔ آگے چل کر کسی بچہ کی میت مل گئی تو حضور علیہ السلام نے مولوی جان محمد صاحب کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے فرمایا۔ اور خود ان کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔ جب مسجد اقصیٰ پہنچے۔ اور نماز جمعہ پڑھی۔ تو اس وقت کل چھ نفوس تھے۔ اب تو باوجود مسجد اتنی وسیع ہو جانے کے اردگرد کی چھتیں بھری ہوتی ہیں۔ میرے لئے یہ بھی معجزہ ہے۔

(۵)

۱۹۰۲ء میں میرے بڑے بھائی عبدالغفار خان صاحب کو تعلیم کی غرض سے دارالامان بھیجا۔ اور اس کے بعد ۱۹۰۴ء [illegible] بھائی صاحب گرمی کی رخصتیں ختم کرنے کے [illegible] تو ان کے ساتھ مجھے بھی بھیج دیا۔ اس [illegible] عبدالستار خان صاحب کو بھی۔ [illegible] قادیان آیا۔ تو اس وقت میری عمر دس سال کی تھی۔ اور بورڈران میں سب سے چھوٹا تھا۔

(۶)

والد صاحب مرحوم جب کبھی قادیان آتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اطلاع ہوتی۔ تو حضور علیہ السلام حافظ حامد علی صاحب کو بھجوا کر آپ کو بلوا لیتے۔ میں بھی والد صاحب کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ ان دنوں اکثر حضور مسجد مبارک کی بغلی کوٹھڑی میں جہاں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے ہاں جانے کا راستہ ہے۔ یا پھر مسجد میں ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ اور والد صاحب سے وطن کے علماء اور اعزاء کی مخالفت کا حال دریافت فرماتے رہتے۔

(۷)

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کو کسی کام کی ضرورت پیش آتی۔ تو ہم بورڈنگ تعلیم الاسلام کے چھوٹے چھوٹے بچے جو ان دنوں موجودہ مدرسہ احمدیہ میں ہی رہتے تھے۔ کام کرنے کی خاطر شوق سے آ جاتے۔ مجھے یاد ہے۔ کہ اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم بچوں کے متعلق دریافت فرماتے۔ یہ کون ہے۔ وہ کون ہے؟ خاکسار کے متعلق ایک مرتبہ دریافت فرمایا۔ تو حضرت ام المومنین مدظلہا العالی نے فرمایا۔ انوار حسین صاحب آملوں والے کے لڑکے ہیں۔ فرمانے لگے۔ کہ اس کو کہو کہ بیٹھ جائے۔ اور کام نہ کرے۔ مجھے بٹھا دیا اور دوسرے لڑکے کام کرتے رہے۔

(۸)

ایک مرتبہ سخت سردی پڑی۔ جس سے ڈھاب کا پانی بھی جمنے لگا۔ ان ایام میں میں گرم علاقہ کا رہنے والا ہونے کے باعث سردی زیادہ محسوس کرتا تھا۔ اور بورڈنگ میں تقریباً سب لڑکوں سے چھوٹا تھا۔ فجر کی نماز کے لئے جانے میں بھی سردی محسوس کرتا تھا۔ حضور علیہ السلام سے غالباً ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے سابق مہر سنگھ نے ذکر کیا ہوگا۔ انہوں نے ایک دن میرے پاس آ کر کہا۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اس چھوٹے بچے کو سردی میں تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے اسے مسجد میں نماز فجر کے لئے نہ لے جایا کرو۔ اس دن سے مجھے فجر کی نماز سردیوں بھر بورڈنگ میں ادا کرنے کا حکم مل گیا۔

(۹)

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام بہلی میں سوار ہو کر گورداسپور کسی مقدمہ کی تاریخ پر جا رہے تھے۔ اور ہم بورڈران بھی دور تک حضور علیہ السلام کو پہنچانے کے لئے جا رہے تھے۔ میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ جو میرے ہم عمر ہیں۔ کھیلتا جا رہا تھا۔ وہ بہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ اور میں ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ راستہ میں جو آک پڑتے۔ ان کے پھول توڑ کر ان کو دیتا۔ جن کو دبانے سے پٹاخے چلتے۔ پھر اور توڑ کر دیتا۔ جب ہم اور کچھ دور پہنچے۔ تو حضور علیہ السلام نے ایک گنے کا ٹکڑا مجھے دیا۔ اور فرمایا۔ لو پیاس لگ گئی ہوگی۔ میں نے چوس لیا۔ پھر کچھ فاصلہ پر پہنچ کر فرمایا۔ اب بچے واپس چلے جائیں۔ تھک جائیں گے۔ ہم رخصت ہو کر واپس آ گئے۔

(۱۰)

اسی طرح ایک دفعہ ہم حضور کے ہمراہ نہر تک گئے۔ اور رمضان کا مہینہ تھا۔ پیاس لگی ہوئی تھی۔ حضور علیہ السلام کو معلوم ہوا۔ کہ بعض چھوٹے بچوں کا روزہ ہے۔ تو حضور نے فرمایا۔ ان کا روزہ تڑوا دو۔ بچوں کا روزہ نہیں ہوتا۔ اس حکم پر ہم نے نہر سے خوب پانی پیا۔ اور حضور سے رخصت ہو کر واپس قادیان چلے آئے۔

(۱۱)

باہر سے اکثر احباب تشریف لاتے تھے۔ اور حضور علیہ السلام کے پس خوردہ کے خواہشمند ہوا کرتے تھے۔ چونکہ بورڈران میں سے میں چھوٹا تھا۔ اور اندر جایا کرتا تھا۔ احباب کی فرمائش پر پس خوردہ لانے کے لئے تیار ہو جایا کرتا تھا۔ کھانے کا وقت ہوا۔ تو حضرت ام المومنین مدظلہا العالی سے عرض کرنے پر پس خوردہ مل گیا۔ کھانے کا وقت نہ ہو۔ تو بھی حضور علیہ السلام پس خوردہ کی خواہش معلوم کر کے ازراہ شفقت روٹی منگوا کر اس میں سے ایک لقمہ کھا کر بقیہ دے دیا کرتے تھے۔ جسے میں خوشی خوشی لا کر ان خواہشمند دوستوں کو دے دیا کرتا تھا۔ جنہوں نے منگوایا ہوتا تھا۔

(۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نمازیں حضرت عبدالکریم رضی اللہ عنہ یا حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔ خود نہ پڑھایا کرتے تھے۔ مستورات کی نماز با جماعت خود فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ صرف سفر میں نہر پر حضور علیہ السلام کا نماز پڑھانا یاد ہے۔

(۱۳)

حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضور علیہ السلام نے خود پڑھایا تھا۔ نماز بہت لمبی پڑھائی۔ حتیٰ کہ میں کھڑے کھڑے تھک گیا۔ نماز سے کچھ قبل ایک ٹکڑا بادل کا آ گیا۔ اور گرد اڑنے لگی۔ اور نماز کے سارے وقت میں یعنی ابتدائی تکبیر سے سلام پھیرنے تک خوب موٹے موٹے بوند پڑتے رہے۔ اور سلام پھیرنے پر بارش ختم ہو گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آسمان کھل گیا۔

(۱۴)

جس طرح مرد حضور علیہ السلام کے ساتھ سیر کو جایا کرتے تھے۔ اسی طرح جب کبھی حضور کے ہمراہ حضرت ام المومنین مدظلہا العالی ہوتیں۔ تو دیگر مستورات بھی پیچھے ہمراہ ہو جایا کرتی تھیں۔

(۱۵)

ایک بار جب سید احمد نور صاحب کابل کا مکان تعمیر ہو رہا تھا۔ تو سکھوں نے حملہ کر کے تعمیر روک دی۔ اس پر کچھ لڑائی ہو گئی۔ حضور علیہ السلام کو اطلاع پہنچی۔ تو حضور علیہ السلام نے فوراً کہلا بھیجا۔ کہ دوستوں سے کہہ دو۔ کہ لڑائی نہ کریں۔ اور صبر سے کام لیں۔ ہم سب لوگ بورڈنگ و مہمانخانہ میں واپس آ گئے۔ مگر سکھ گالیاں دیتے ہوئے ہمارے پیچھے پیچھے آئے۔ حتیٰ کہ ہم سب لڑکے اور دوسرے دوست بورڈنگ اور مہمانخانہ میں چلے گئے۔ جس کا راستہ اس وقت بورڈنگ کے صحن میں سے بھی تھا۔

(۱۶)

سکھوں سے سید احمد نور صاحب کابل والے مکان کے جھگڑے میں ضمانت طلب کی گئی۔ اور تحصیلدار سختی سے پیش آیا۔ حتیٰ کہ ان کو ہتھکڑیاں لگوا دیں۔ لیکن ان کو معافی مانگنے پر حضور علیہ السلام نے معاف کر دیا۔ اور انہیں چھڑوا دیا۔

(۱۷)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا جنازہ بطور امانت دوسرے قبرستان میں دفن کیا گیا تھا۔ جب بہشتی مقبرہ کی اراضی خریدی گئی۔ تو تابوت نکال کر اس میں دفن کیا گیا۔ قبر تیار ہونے میں شاید کچھ دیر تھی۔ سب لوگ حضور علیہ السلام کے گرد جمع تھے۔ کہ ثاقب صاحب نے اپنی نظم سنانے کی اجازت مانگی۔ (الفضل ۸ جولائی ۱۹۴۲ء)

اخبار الحکم کو زندہ رکھنے میں میری مدد کرو۔

میں ان اصحاب کو جن کے دل میں درد ہو۔ پکارتا ہوں۔ کہ وہ الحکم کے زندہ رکھنے میں میری مدد کریں۔ الحکم کا بار بار التوا یہ ہماری کسی کوتاہی یا کم ہمتی کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ یہ ان دوستوں کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔ جو اس کی قیمت ادا نہیں کرتے اور جب ان کو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارے اس فعل نے سلسلہ کے ایک خادم قدیم کو موت کے منہ میں دھکیل دیا ہے تو وہ اپنے قلب میں کوئی ندامت بھی محسوس نہیں کرتے۔ جب اسباب مفقود ہو جائیں۔ اور جب ہماری کوشش اور سعی بیکار ہو جائے۔ تو بیشک کہنے والے کو حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ یہ فیصلہ صادر کرے۔ کہ یہ سب قصور ہمارا ہے۔ ہم اسکو وقت پر نہیں نکالتے۔ ہم اس کے لئے محنت نہیں کرتے مگر ایسا فیصلہ کرنے والا بالکل بے قصور ہوگا۔ اس لئے کہ وہ ان چیزوں پر نگاہ نہیں رکھتا۔ جو اخبار کے چلانے میں اصل اور مددگار ہوتی ہیں۔ جو بطور حرکت قلب کے ہوتی ہیں۔ یا ڈینمو کی طرح کام کراتی ہیں۔ وہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ اس لئے دنیا کی ملامت اور حقارت کے مستحق تو وہ مالکان ہو جاتے ہیں۔ جن کے سر پر ظاہری ...

... ہیں۔ مگر ایک وقت آئے گا۔ ہماری مجبوریاں اور معذوریاں جماعت کے سامنے آ کر رہیں گی۔ اور یہ واضح ہو جائے گا۔ کہ ہم نے ہر قیمت پر سلسلہ کے اس ... [illegible]

میرے مشاہدات و تاثرات

سفر حیدر آباد اور بمبئی سے میری واپسی

اللہ تعالےٰ کے فضل و رحم کے ساتھ مَیں اپنے سفر سے جو مَیں نے وسط جون میں بغرض سر انجام دہی بعض امور ذاتی و تبدیلی آب و ہوا حیدر آباد دکن اور بمبئی کی سمت کا کیا تھا۔ بخیریت ۷ اگست کو واپس دار الامان پہنچ گیا ہوں۔ میری غیر حاضری میں جیسے کہ مَیں نے اعلان کیا تھا۔ الحکم شائع ہوتا رہا۔ اور یہ عزیز مکرم شیخ محمد ابراہیم صاحب عرفانی کی سعی کا نتیجہ تھا۔ جزاہ اللّٰہ احسن الجزاء۔

اگرچہ ایک لمبے سفر سے واپس آنے کے بعد مَیں اس قابل نہیں ہوں۔ کہ فوراً قلم پکڑ سکوں۔ کیونکہ میری واپسی کا سفر نہ صرف لمبا تھا۔ بلکہ بہت تکلیف دہ اور ذہنی تکلیف کا بھی باعث تھا۔ جسکی کچھ تفصیل مَیں آگے چل کر تحریر کروں گا۔ مگر اخبار کی تاریخ بالکل سر پر ہے۔ اس لئے اگر آج ہی اس کام کو شروع نہیں کرنا۔ تو وقت پر ہونا ممکن نہیں۔ اس لئے اللّٰہ کا نام لے کر کام کا آغاز کرتا ہوں۔ اسی سے دعا ہے۔ کہ وہ صحت کو بحال رکھے۔ اور ہر قسم کی کمزوریوں کو سلب فرما کر مجھے ایک ایسا جسم عطا فرمائے۔ جو خدمت دین کے لئے ہر قسم کی مشقت برداشت کر سکے۔ اور مَیں اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے سانچے میں ڈھلا ہؤا انسان بن جاؤں۔ اے خدا ایسا ہی فرما کہ تجھے سب طاقتیں ہیں۔

سفر کے چند نظارے

اور

ہم سب کے لئے ایک قابل غور امر

(۱)

آج کل سفر میں سب سے زیادہ جس چیز سے واسطہ پڑتا ہے وہ ہندوستان کی فوج کے سپاہی ہیں۔ جو ہر اسٹیشن پر اور گاڑی کے ہر کمرے میں ہم کو سوار ملتے ہیں۔ یہ لوگ ہمارے ملک کے لوگ ہیں۔ ہمارے ابناء وطن۔ ہمارے ہم قوم۔ ہم زبان ہیں۔ ہمارا ان کا تمدن ایک اور مشترک ہے۔ یہ ہمارے یا اپنے ملک کی حفاظت کے لئے اِدھر اُدھر جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے واقعی بہادر اور دلیر بھی ہیں۔ مگر مَیں نے جنگ کے آغاز سے اب تک جتنی دفعہ بھی سفر کیا۔ ان لوگوں کی بد اخلاقی کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور جہاں تک میرا علم ہے۔ کوئی شریف آدمی یا بھلا مانس شہری ان کی بد اخلاقی کا شکار ہونے سے بچ نہیں سکتا۔

گذشتہ سال جبکہ میرا لختِ جگر محبوب احمد عرفانی بستر موت پر دراز تھا۔ اور میں اسکی شدید بیماری کی تار وں کی وجہ سے حیدر آباد جا رہا تھا۔ دہلی کے اسٹیشن پر میں گرانٹ ٹرنک ایکسپریس کے چلنے سے دو گھنٹے قبل اسٹیشن پر آیا۔ میرا ٹکٹ تھرڈ کلاس کا تھا۔ مگر تھرڈ۔ انٹر۔ سیکنڈ کے کمروں پر فوجی سپاہیوں اور افسران کا قبضہ تھا۔ ایک کمرہ مَیں نے دیکھا۔ جس میں تقریباً بیس مسافروں کی گنجائش تھی۔ مگر اس پر چار چھوکرے جو بالکل نئے بھرتی شدہ تھے۔ مسلط تھے۔ وہ باہر پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ اور ان کے ہاتھ میں پونڈے تھے جو انہوں نے لٹھوں کی طرح اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے میں نے دروازہ کھول کر اندر چڑھنا چاہا۔ مگر انہوں نے مجھے روکا۔ میں نے انہیں کہا۔ کہ تم چار آدمی ہو۔ اور کمرہ بہت بڑا ہے۔ اس میں بہت گنجائش ہے۔ تم مجھے کیوں چڑھنے نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا۔ کہ اس میں ملٹری ہے میں نے ان کو کہا کہ یہ کمرہ ملٹری کے لئے ریزرو نہیں۔ اور نہ ہی تم آن ڈیوٹی ملٹری ہو۔ کہ جن کے ساتھ اسلحہ ہو۔ انہوں نے نہایت غیر مہذبانہ طرز میں کہا۔ کہ جاؤ۔ نہیں چڑھنے دیتے۔ جو مرضی ہے کر لو۔ میں نے ان کے جذبات پر اپیل کرنے کے لئے کہا۔ کہ دیکھو تم پنجابی ہو۔ اور میں بھی پنجابی ہوں۔ تم کو اس کا بھی لحاظ نہیں۔ انہوں نے بڑے زور سے کہا۔ کہ نہیں۔ ہم کو لحاظ نہیں۔ مجھے ان کی اس بد اخلاقی سے صدمہ ہؤا۔ مَیں نے چاہا۔ کہ مَیں اسٹیشن کے ذمہ دار افسران کے پاس جاؤں۔ مگر مجھے علم تھا۔ کہ ریلوے افسر ملٹری والوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔ اور نیز مَیں نے یہ سمجھا کہ اگر میں ایسی کوشش سے بیٹھ بھی گیا۔ تو راستہ بھر یہ مجھے تنگ کریں گے۔ میں صبر کا گھونٹ پی کر پیچھے ہٹ گیا۔

آیئے یہاں ذرا انسان کی قلبی کیفیت کا اندازہ کیجئے۔ ایک شخص ہے اس کا جوان ہونہار۔ لائق بیٹا کئی سو میل دور ایک بھیانک بیماری کے مُنہ میں پڑا ہے۔ اس کا باپ کئی سال سے خود بیمار ہے۔ بیماری نے اس کے جسم اور قوت کو بہت بڑی حد تک کمزور کر دیا ہے۔ اس کے دل کی اور دماغ کی ساری قوتیں اپنے بیمار بیٹے کے جسم میں مرکوز ہیں۔ وہ دنیا و مافیہا سے کھویا ہؤا ہے۔ اسکی ساری توجہ اسکی طرف لگی ہوئی ہے۔ اور چاہتا ہے کہ وہ اڑ کر پلک کی جھپک کے عرصہ میں وہاں پہنچ جائے۔ مگر افسوس اسباب کے مہیا ہونے کے باوجود ریل کا ٹکٹ لینے کے باوجود گاڑی پر سوار ہونے کے لئے دو گھنٹے قبل اسٹیشن پر آجانے کے اور گاڑی میں جگہ ہونے کے باوجود سوار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ چار ٹائٹس چھوکرے اس عزم کے ساتھ ڈنڈے لے کر کھڑے ہیں۔ کہ وہ کسی شریف شہری کو چڑھنے نہیں دینگے۔ ایسے مجروح قلب باپ کے قلب کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ اور ایسے ہی حالات کے دوسرے لوگوں کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ میں یہ بات کبھی نہ لکھتا۔ اگر صرف میرے ساتھ ہی ایسا ہوتا۔ مگر ایسے واقعات روزمرہ شرفاء اور شہریوں کو پیش آتے ہیں۔ چنانچہ میرے سامنے ایک دوسرے سن رسیدہ معزز مسافر کو متعدد کمروں کے سامنے لجاجت کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور وہ سوار ہونے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ افسوس یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کا کوئی علاج سوچا نہیں جاتا۔ ان لوگوں کی بد اخلاقی عوام اور جمہور پر بُرا اثر پیدا کرتی ہے۔ لوگ اسے حکومت کی کوتاہی خیال کرتے ہیں۔ اور یہ اثر کسی طرح سے بھی دماغوں سے مٹ نہیں سکتا۔ چنانچہ پنجابی کی ایک مثل ہے۔

ہندا کتا تھصے گال

بُرے خادم کا وجود اس کے آقا کے لئے گالی کا مترادف ہوتا ہے۔ میری اس حالت کو کچھ ہندو شرفاء نے دیکھا۔ اور دیکھا کہ میں پریشان سا ہو کر ایک بنچ پر بیٹھ گیا ہوں۔ انہوں نے مجھے مہربانی کر کے تھوڑی سی جگہ مہیا کر دی۔ ورنہ شاید میں وقت پر پہنچ ہی نہ سکتا۔ اس کمرے میں ایک سکھ سردار جو مدراس کی طرف جا رہے تھے۔ بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میں آج تین دن سے اسٹیشن پر آرہا ہوں۔ دو دن تو ان لوگوں نے مجھے چڑھنے نہیں دیا۔ آج میں گاڑی آنے سے بھی ایک گھنٹہ قبل آیا۔ تب جگہ ملی۔

یہ ایک انتہائی بد اخلاقی ہے۔ جو محض اس لئے برتی جاتی ہے۔ کہ ایسے لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم فوجی ہیں۔ مگر ان کا یہ فعل فوجی سپرٹ کے سراسر خلاف ہے۔ ایک فوجی بہادر اپنے ملک اور ملک کے لوگوں کے لئے اپنے خاندان۔ ماں باپ بہن۔ بھائی۔ بیوی۔ بچے سب کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو خطرناک سے خطرناک حالت اور موت کے مُنہ میں ڈال دیتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کو ایک حقیر چیز کی طرح پھینکتا ہے۔ اور اپنے جسم کے ایک ایک حصہ کو زہریلی گیسوں۔ توپوں۔ تلواروں مشین گنوں اور جلا دینے والے مادوں کے سامنے ڈال دیتا ہے تاکہ ملک اور ملک کے لوگ بچ سکیں۔ یہ ہے ایک بہادر سپاہی کی سپرٹ۔ مگر مصیبت زدہ اور نہایت پریشان حال لوگوں کو ریلوں میں سوار نہ ہونے دینا۔ ان پر آوازے کسنا۔ دھکے دینا یہ کسی بہادر انسان اور ملکی فدائی کی سپرٹ نہیں ہو سکتی۔

ضرورت ہے۔ کہ ذمہ وار فوجی افسر جو ہندوستانی ہی ہیں۔ ان لوگوں کو روزانہ صبح کو اخلاق کے موٹے موٹے امور سے آگاہ کریں۔ تاکہ ہندوستان کا سپاہی اپنی بہادری اپنی دلیری کے ساتھ ساتھ دنیا کے سامنے بلند کیریکٹر پیش کر سکے۔

میں یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ یہ فوجی لوگ وہی ہوتے ہیں۔ جو رخصتوں کے سلسلے میں اِدھر اُدھر جاتے اور آتے ہیں۔ ان کا کوئی نگران نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اعمال میں بالکل آزاد ہوتے ہیں۔ اور اسلیئے یہ لوگ لوگوں کی تکلیف کا باعث ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے کچھ اور بھی دیکھنے کا موقعہ ملا۔

مَیں جس کمرے میں سوار تھا۔ اس میں بہت تنگی تھی۔ دوسرے دن رات کے ایک بجے بلہارشاہ اسٹیشن پر جو نظام ریلوے اسٹیشن ہے۔ ایک نیا ڈبہ لگایا گیا۔ میں بھی اپنا سامان اس میں لے گیا۔ مختلف کمروں سے فوجی لڑکے نکل نکل کر اس کمرے میں بھرنے لگے۔ ایک حیدر آبادی شریف آدمی بھی اس کمرے میں سوار ہؤا۔ اس کے لئے جگہ نہ تھی۔ سپاہیوں نے اپنے لمبے لمبے کمبل بچھا کر تمام کمرے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس نے ذرا سا کنارہ ایک کمبل کا اکٹھا کر کے بیٹھنا چاہا۔ جس پر پنجابی سکھ نوجوان لڑکوں نے اسے ناپاک اور فحش گالیاں دیں۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ گاڑی چل پڑے۔ تو تم کو اٹھا کر باہر پھینک دیں گے۔ اس حیدر آبادی مسافر نے اسی وقت اسٹیشن کے حیدر آبادی افسروں کو جا کر معاملہ بتلایا۔ فوراً ایک ٹی ٹی صاحب بمع پولیس کے آئے۔ اور انہوں نے ان سے کہا۔ کہ جب تمہارے لئے بی۔ آئی۔ پی کے ڈبے لگے ہوئے ہیں۔ تو تم اس کمرے میں کیوں آئے۔ یہ تو ان مسافروں کے لئے لگایا گیا ہے۔ جن کے لئے جگہ نہیں۔ اور پھر تم گالیاں دیتے ہو۔ میں ابھی میمو بنا کر تم کو پولیس کے حوالے کرتا ہوں۔ اس پر وہ

اکڑ باز نرم ہونے لگے۔ اس نے حکم دیا۔ کہ فوراً سب آدمی اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ کسی کو لیٹنے کا حق نہیں۔ جو کھڑے تھے۔ ان کو بٹھا دیا۔ اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر دوسرے کمروں سے کھڑے مسافر لاکر اس کمرے میں بٹھلا دیئے۔

نظام ریلوے کے اسٹیشن انچارج سٹیشن کی ایک حیدرآباد کی عزت کی حفاظت کے لئے یہ اقدام میرے نزدیک قابل مبارکباد تھا۔ اور ہماری پنجابی فوج کے سپاہیوں کا یہ فعل نہایت ذلیل اور شرم سے سر کو جھکانے والا تھا۔ ان کے فعل نے حیدرآباد کے لوگوں کو یہ خیال پیدا کرنے کا موقعہ دیا۔ کہ پنجاب کے لوگ بداخلاق۔ جاہل اور لڑاکے ہوتے ہیں۔

اس پر بس نہیں

گاڑی چلی۔ اور ان نوجوانوں نے ہنسی مذاق کی گفتگو شروع کی۔ سپاہی ہمیشہ بذلہ سنج ہوتے ہیں۔ مگر ان کی بذلہ سنجی گندی تھی۔ اس قسم کی متعفن اور بدبودار گفتگو تھی۔ کہ جیسے سننے کے لئے میرے اور دوسرے شہریوں کے کان آمادہ نہ تھے۔ وہ ایسا مذاق کرتے تھے۔ کہ اگر امن کے ایام میں کسی شارع عام مقام پر کوئی شخص اس وقت کی گفتگو کی طرز پر چند منٹ بھی گفتگو کرتا۔ تو وہ یقیناً تعزیرات ہند کی کسی نہ کسی دفعہ کا گنہگار ہو کر رہتا۔ مگر گھنٹے گذر گئے۔ کہ ان کی شہوانی اور گندی اور فحش گفتگو بغیر کسی حجاب کے ختم نہ ہوئی۔ میں اس حالت کا نقشہ کھینچ ہی نہیں سکتا۔ وہ ایک شرابی کی طرح سے مدہوش ہو رہے تھے اور نہ ان کی زبان۔ اور ان کی حرکات بہیمیہ کو کوئی لگام نہ تھی۔ اور ہم نے یہ سب کچھ مجروح قلب کے ساتھ سنا۔ اور دیکھا ہمارے کانوں کو ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ کہ کسی نے جلتا ہوا تیل اس میں انڈیل دیا۔ اور ہماری روح کو یوں محسوس ہو رہا تھا۔ کہ اسے تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا جا رہا ہے۔

یہ نوجوان مسلمان بھی تھے۔ ہندو بھی تھے۔ سکھ بھی تھے۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ ہندوستانی سپاہی شہوانی باتوں کو ننگے الفاظ میں کہہ کر یہ محسوس کرتا ہے۔ کہ یہ چیز سپاہیت کے لئے ایک ضروری جز ہے۔ ورنہ اس کے بغیر انسان سپاہی نہیں سمجھا جا سکتا۔ پس جب ان باتوں کو دیکھتا تھا۔ میری حالت دیوانوں کی طرح سے ہو جاتی تھی۔ کبھی میں اس بات پر سوچتا تھا۔ کہ اندھے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ اس دنیا کے لئے کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

میرے سامنے دنیا کی حالت اور دنیا کی جہالت اور اسکی اصلاح۔ اور بعثت انبیاء اور انبیاء کی غرض و غایت اور قرآن کریم کی بہت سی آیات یکے بعد دیگرے وسیع معانی۔ اور وسیع نظائر لیکر آموجود ہوئیں۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔

کا سارا نقشہ آنکھوں نے دیکھا۔ ضلالت مبینہ۔ عدم حکمت۔ عدم علم۔ عدم عرفان۔ عدم تزکیہ قلب انسانی یہ سارے مدارج میرے سامنے تھے۔ کبھی میں اس نسل کی طرف دیکھنے لگتا۔ جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ فرمایا۔ اور کبھی اس حالت کو دیکھتا کہ یہ لوگ اس قدر شپر چشم ہو گئے ہیں۔ کہ آفتاب ہدایت نکلنے پر دیکھ نہیں سکے۔ اور کبھی خدا کا شکر کرنے لگتا کہ ہوئی ترا شکر ہے۔ کہ اس کنز عظیم کا وارث تو نے ہم کو بنا دیا۔ بہر حال

قرآن کریم کے حقایق و معارف

حضرت عرفانی کبیر کے مسودات متعلق تفسیر القرآن میں سے کچھ خزانہ الحکم کی اس اشاعت میں ہم احباب کے لئے تقسیم کر رہے ہیں۔ اس قیمتی مضمون میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے پرانے درسوں سے بہت بڑا استفادہ کیا گیا ہے۔ امید ہے۔ احباب اس نایاب اور اچھوتے مضمون کے مطالعہ سے از بس محظوظ ہوں گے۔ (ایڈیٹر)

سورہ یونس

استعاذہ قرآن کریم میں حکم ہے۔ کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے پہلے اعوذ پڑھ لینی چاہیئے۔ (چنانچہ فرمایا ہے) اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله۔ جب تو قرآن کریم پڑھنے لگے۔ تو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے استعاذہ کر لیا کر۔ یعنی خدا تعالیٰ کی مدد اور پناہ مانگ لیا کر۔

پناہ کی دو قسمیں دنیا میں دو قسم کی پناہ ہوا کرتی ہے۔ ایک پناہ اس بات سے ہوتی ہے۔ کہ کوئی شر ہم کو نہ پہنچ جاوے۔ اور ایک پناہ اس بات کی کہ کوئی خیر ہمارے ہاتھوں سے نہ نکل جاوے۔ تو فاستعذ بالله کا جو حکم فرمایا ہے۔ اس میں دونوں قسم کی پناہیں شامل ہیں۔ یعنی ایسا نہ ہو۔ کہ اپنے دل کی کسی بیماری کی وجہ سے یا کسی بد صحبت کی وجہ سے یا کسی گناہ کی سزا کی وجہ سے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔ ہمارے ہاتھوں سے نکل جاوے۔ یا یہ کہ اس تعلیم کے صحیح طور سے سمجھنے سے ہم قاصر رہیں۔ اور اس طرح شر کا پہلو ہمارے لئے پیدا ہو جائے۔

اس استعاذہ کو عملی صورت دینے کے لئے جو دعا ہمیں سکھائی گئی ہے۔ وہ اعوذ بالله من الشیطان الرجیم کی دعا ہے۔

شیطان شیطان اس ہستی کو بھی کہتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانی طبائع کا امتحان لینے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور ان اسباب کو بھی کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے دور پھینک دیتے ہیں۔ اور ان انسانوں کو بھی کہتے ہیں۔ جو ان ارواح کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ پس قرآن شریف کے درس سے پہلے میرے نزدیک نہایت ہی مفید ہوگا۔ اگر میں بھی اور سارے دوست مل کر استعاذہ کر لیں۔ اور استعاذہ کر کے قرآن شریف شروع کریں۔ میرے ساتھ ہی سب دوست استعاذہ کریں تاکہ سب شریک ہو جائیں۔

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم

(تین مرتبہ سب نے مل کر حضرت کے ساتھ پڑھا)

سورہ یونس رکوع اول

ترتیب کے لحاظ سے اس سورۃ کا تعلق پہلی اور پچھلی سورتوں سے اس سورۃ کے شروع کرنے سے پہلے میں اس ترتیب کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جو اس سورۃ اور اس سے اگلی سورتوں اور اس سورۃ سے پہلی سورتوں میں میں نے جہاں تک غور کیا ہے۔ قرآن کریم میں آیت آیت کی ترتیب اور سورتوں سورتوں کی ترتیب کے بعض سلسلہ مضامین ہیں۔ جن میں کئی کئی سورتیں ملکر ایک مضمون کو پورا کرتی ہیں۔ اور اس سلسلہ مضمون کے لحاظ سے میری تحقیق یہ ہے۔ کہ سورہ بقرہ سے سورہ توبہ تک ایک مضمون چلتا ہے۔ اور سورہ یونس سے لیکر سورہ کہف کے آخر تک دوسرا مضمون۔ گویا پہلی آٹھ سورتیں ایک مضمون کی ہیں۔ اور پھر اس کے بعد کی آٹھ سورتیں ایک مضمون کی۔ اور اگر جیسا کہ ہماری تحقیق ہے۔ سورہ توبہ کو سورۃ انفال کا حصہ قرار دیا جائے تو پہلی سات سورتیں ایک مضمون کی ہیں۔ اور دوسری آٹھ ایک مضمون کی۔ (یاد رہے) جب میں پہلی کہتا ہوں۔ تو سورہ فاتحہ کو الگ کر دیتا ہوں۔ وہ مجمل قرآن شریف ہے۔ باقی قرآن اسکی تفسیر ہے۔

ترتیب نزولی نزول کے لحاظ سے یہ سورتیں جن کو ہم اب شروع کرنے لگے ہیں۔ پہلے کی ہیں۔ اور جن کو ختم کر چکے ہیں۔ وہ بعد کی ہیں۔ لیکن قرآن شریف میں ان کو پہلے رکھا گیا ہے۔ اور جو نزول کے لحاظ سے پہلے تھیں۔ ان کو پیچھے رکھا گیا ہے۔ اسکی ایک وجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ انسانی طبیعت اور انسانی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ قدرتی امر ہے۔ کہ جب کوئی نبی دنیا میں آیا۔ تو اسکی بعثت کی ابتداء میں اسکی ذات کے متعلق اتنی بحث نہیں ہوئی۔ جتنی کہ اس کے دعویٰ کی صداقت کے اصول کے متعلق۔ کیونکہ جب نبی دعویٰ پیش کرتا ہے۔ تو ابھی اس کے کام لوگوں کے سامنے نہیں آئے ہوتے۔ پس اس کے دعویٰ کے ساتھ پہلی بحث یہ ہوا کرتی ہے۔ (۱) آیا نبی آ سکتا ہے یا نہیں۔ (۲) کہاں آنا چاہیئے (۳) نبی کی صداقت کے کیا ثبوت ہوتے ہیں۔ (۴) تمہاری گذشتہ زندگی ایسی ہے یا نہیں کہ نبی کہلا سکو۔ اسکی تعلیم اور پیشگوئیاں چونکہ سامنے نہیں ہوتیں۔ اسلئے زیر بحث بھی نہ ہوں گی۔

لیکن جس وقت نبی کی تعلیم پھیل جاوے۔ ایک جماعت ماننے والی ہو جائے۔ تو جو لوگ اس کے متعلق بحث کریں گے۔ سب سے پہلے اس کے وجود کو لیں گے۔ آیا ان کا دعویٰ اپنی ذات میں سچا تھا یا نہیں۔ اس قدرتی تقسیم کو مدنظر رکھتے ہوئے جو سورتیں ابتدا میں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں ان امور پر بحث کی گئی ہے۔ کہ نبی کیسا ہونا چاہیئے؟ کہاں سے آنا چاہیئے؟ اسکی صداقت کے کیا کیا ثبوت ہو سکتے ہیں۔ اسکی ترقی اور کامیابی کے لئے کیا کیا سامان پیدا کئے جاتے ہیں۔ اس کے ماننے والوں کو اپنے کام کے پورا کرنے کے لئے کونسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں؟ کیا مشکلات ان کے راستہ میں آئیں گی۔ ان کے دور کرنے کے لئے کونسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں۔ یہ بحثیں ہیں۔ جو کہ ابتدائی سورتوں میں قرآن شریف نے کی ہیں اور یہ وہ سورتیں ہیں۔ سورہ یونس۔ ہود۔ رعد کی زندگی میں نازل ہوئی ہیں۔

اس کے بعد جب دوسرا زمانہ آتا ہے۔ اور آسمانی ذرائع پر عمل کرنے کے بعد نبی کی جماعت قائم ہو جاتی ہے۔ اسکی پیشگوئیاں پوری ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ ترقی کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ یا تکمیل کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس وقت کے لوگوں کے لئے دلائل کا رنگ بالکل بدل جاتا ہے۔ دیکھو یہ پیشگوئی کہاں پوری ہوئی؟ فلاں غرض کے لئے آیا تھا اسکو اس نے پورا کر لیا۔ فلاں کام کا دعویٰ کیا تھا۔ کیا وہ کام ہو گیا۔ اس قسم کے مضامین کی بحث سورہ بقرہ سے سورہ توبہ تک ہے۔ اس لئے وہ سورتیں ان سورتوں کے بعد نازل ہوئیں۔

ترتیب کتاب

یہ تو نزول کی ترتیب تھی۔ اب سوال یہ تھا۔ کہ کتاب کی ترتیب کس طرح ہو؟ کتاب میں ان سورتوں کو کس طرح رکھا جاوے۔ جمع کس طرح کیا جاوے۔ تو یہ ثابت شدہ بات ہے۔ کہ کتابی صورت میں قرآن شریف ان لوگوں کے پاس پہنچایا تھا۔ جن تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی کی خبریں پہنچ چکی تھیں۔ اور دین کامل ہو چکا تھا۔ اس لئے کتابی صورت میں جمع کرتے وقت پہلی کو بعد میں اور پیچھے والی کو پہلے رکھا۔ کیونکہ آئندہ زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے آپ کے کام اور آپ کے نشانات کو پیش کرنا زیادہ اہم تھا۔ بہ نسبت اس کے کہ پچھلے نبی کیا کرتے آئے ہیں۔ اور ان کے اعمال سے ہم کو کیا اخذ کرنا چاہیئے۔

(مندرجہ بالا اصولی باتوں کو مدنظر رکھ کر سورہ یونس اور اس کے بعد کی سورتوں پر سورہ کہف کے آخر تک تدبر کرنا چاہیئے۔ ایڈیٹر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میں اللہ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں۔ جو بے انتہا کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

موسوی پیشگوئی

یہ آیت جو ہر سورۃ کے پہلے آتی ہے۔ ایک پیشگوئی کی یاد دلاتی ہے۔ اور وہ پیشگوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ جو کتاب استثنار کے ۱۸/۱۸ میں کی گئی ہے۔ (اس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ایڈیٹر) اس باب میں یہ ذکر ہوتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے خدا کے کلام کے سننے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ جب ان کی ایک منتخب جماعت الہام کے انعام کے حصول کے لئے طور پر لائی گئی۔ تو تجلی الٰہی کے ظہور سے پہلے زلزلہ آیا۔ بنی اسرائیل ڈر گئے۔ اور دوڑ کر واپس چلے گئے۔ اور انہوں نے موسیٰ ع سے کہا۔ کہ موسیٰ تو جا کر خدا کا کلام سن ہم اس کلام کے سننے سے باز آئے۔ موسیٰ ع نے جا کر خدا تعالےٰ کے حضور عرض کیا۔ کہ میری قوم تو نہیں آئی۔ تب اللہ تعالیٰ کی آپ کی طرف وحی ہوئی۔ کہ موسیٰ جو کچھ انہوں نے کیا اچھا کیا۔ اب میں ان کے بھائیوں سے تیری مانند ایک نبی کھڑا کروں گا۔ اور جو کچھ وہ میرا نام لیکر دنیا سے کہے گا۔ اسے جو شخص رد کرے گا۔ وہ پکڑا جائے گا۔

اصل الفاظ پیشگوئی :-

"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا۔ وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا۔ کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہے گا۔ نہ سنیگا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔"

اب اس کے اندر پیشگوئی تھی۔ کہ موسیٰ کی مانند نبی آئے گا۔ وہ خدا کا نام لیکر کام شروع کرے گا۔ اس کا ترجمہ عربی میں بِسۡمِ اللّٰہِ ہی ہے۔ یہ بِسۡمِ اللّٰہِ ہر عیسائی اور یہودی کو توجہ دلاتی ہے۔ کہ اگر اس کلام کو رد کرو گے۔ تو پکڑے جاؤ گے کتنے واضح الفاظ میں یہ پیشگوئی تھی۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے نہ کوئی یہودی سمجھا نہ عیسائی۔ علاوہ اور حکمتوں کے جو بِسۡمِ اللّٰہِ کے بار بار پڑھنے میں ہے۔ یہ بہت بڑی حکمت ہے۔

حروف مقطعات

حروف مقطعات اپنے اندر بہت سے راز رکھتے ہیں۔ اور بعض راز ان میں سے بعض افراد کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ایسے افراد کا ذکر قرآن کریم میں ہونا چاہیئے۔ لیکن علاوہ اس کے یہ قرآن کریم کے عام مضامین کے لئے بھی بطور تالے کے ہیں (قفل مراد ہے) کوئی انہیں کھولے۔ تو ان مضامین کو وہ سمجھ لے گا۔ ہاں جس حد تک کوئی ان کے مفہوم کو سمجھے گا۔ اسی حد تک وہ قرآن مجید کے مضمون کو سمجھے گا۔

حروف مقطعات کی تبدیلی مضمون کو بدل دیتی ہے

میری تحقیق یہ بتاتی ہے۔ کہ جب حروف مقطعات بدلتے ہیں۔ تو مضمون قرآن جدید ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی سورۃ کے پہلے حروف مقطعات استعمال کئے جاتے ہیں۔ تو جس قدر سورتیں ان کے بعد ایسی آتی ہیں۔ جن میں وہی حروف مقطعات دوہرائے جاتے ہیں۔ یا بغیر مقطعات کے وہ سورتیں ہوتی ہیں۔ تو وہ ساری سورتیں مضمون کے لحاظ سے ایک ہی لڑی میں پروئی ہوئی ہوتی ہیں۔

میں بتا چکا ہوں۔ کہ میری تحقیق میں سورہ بقرہ سے سورہ توبہ تک مضمون کے لحاظ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اب دیکھ لو کہ سب الٓمٓ سے شروع ہوتی ہیں۔ ایک جگہ صٓ بڑھایا گیا ہے۔ سورہ بقرہ۔ آل عمران الٓمٓ سے شروع ہوتی ہیں۔ اور سورہ اعراف میں الٓمٓصٓ ہے۔ جن میں صٓ کی زیادتی ہے۔ سورہ انفال اور براۃ دونوں خالی ہیں۔ گویا آخر تک الٓمٓ کا مضمون ہی ہے۔

سورہ اعراف میں جو صٓ بڑھایا گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ص کا لفظ ہم کو تصدیق کی طرف لے جاتا ہے۔ چونکہ سورۃ اعراف کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعاوی کی تصدیق کی گئی ہے۔ سورۃ اعراف۔ انفال اور توبہ میں تفصیلی طور پر یہ تصدیق موجود ہے۔ اس لئے صٓ بڑھا دیا ہے۔

سورہ یونس اور اس سے آگے الٓرٰ شروع ہو گیا ہے۔ م کی تبدیلی ر سے ہوئی ہے۔ اس لئے کہ یہاں مضمون کا پہلو بدل گیا ہے۔ اور فرق یہ ہو گیا ہے۔ کہ سورہ بقرہ سے توبہ تک علمی نقطہ نگاہ سے بحث کی گئی تھی۔ اور سورہ یونس سے لے کر آگے کہف تک واقعات کی بحث اور ان سے نتائج نکالنے پر بحث کو منحصر رکھا گیا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ الٓرٰ انا اللہ اریٰ میں تمام دنیا کی تاریخوں کو مدنظر رکھتا ہوا تمہارے لئے بیان کرتا ہوں۔ اس میں رویت پر بحث ہے۔ اور پہلی سورتوں میں علم پر

حروف مقطعات بے معنی نہیں

میں اس جگہ اختصاراً اتنی بات فی الحال کہہ دینی چاہتا ہوں۔ کہ حروف مقطعات کے متعلق جو لوگوں کا خیال ہے۔ کہ یہ یونہی بے معنی الفاظ ہیں۔ ان کی تردید خود حروف مقطعات ہی کر دیتے ہیں۔ چنانچہ جہاں جہاں قرآن کریم میں حروف مقطعات آئے ہیں۔ ان پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ تو ان میں ایک ترتیب نظر آتی ہے۔

مقطعات قرآنی پر یکجائی نظر

سورہ بقرہ اور آل عمران الٓمٓ سے شروع ہوتی ہیں۔ سورہ اعراف الٓمٓصٓ سے۔ سورہ یونس۔ ہود۔ یوسف الٓرٰ سے پھر سورہ رعد میں مٓ بڑھا کر الٓمٓرٰ کر دیا ہے۔ جیسے سورہ اعراف میں صٓ بڑھا دیا تھا۔ سورہ رعد میں مٓ کو پہلے رکھا ہے۔ حالانکہ بظاہر چاہیئے تھا۔ کہ مٓ کو پیچھے لایا جاتا۔ یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ کوئی خاص جوڑ ہے۔

سورہ ابراہیم۔ الحجر میں پھر الٓرٰ کا استعمال کیا ہے۔

سورہ نحل بنی اسرائیل میں کوئی نہیں۔

(باقی آئندہ)

یاد رفتگان

حضرت مولوی شیر علی صاحب کی رفیقہ حیات کی وفات

سلسلہ کے تمام حلقوں میں احباب جماعت نے اس خبر کو نہایت افسوس سے پڑھا۔ کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب کی اہلیہ محترمہ ۱۲ جولائی کی صبح کو وفات پا گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولوی شیر علی صاحب کو اپنے تقویٰ۔ طہارت نیکی اور بزرگی کی وجہ سے جماعت میں جو درجہ حاصل ہے۔ وہ کسی بھی احمدی سے پوشیدہ نہیں۔ ان کے اس مقام کی وجہ سے جماعت کو حضرت مولوی صاحب سے بہت بڑی محبت کا تعلق ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے ہر شخص کو حضرت مولوی صاحب کی رفیقہ حیات کی وفات سے قلبی صدمہ ہے۔ مرحومہ کا وجود حضرت مولوی صاحب کے لئے بہت بڑی راحت کا باعث تھا۔ بیوی تو ویسے بھی انسانی راحت کا باعث ہوتی ہے۔ مگر ایسی بیوی جس کے وجود نے حضرت مولوی صاحب کو تمام خانگی امور سے فارغ البال کر رکھا تھا۔ اور ان کے سارے اوقات کو ہمہ تن سلسلہ کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ ان کے لئے جس قدر باعث راحت ہو سکتی ہے۔ وہ ظاہر ہے۔

مرحومہ ایک نہایت دیندار۔ باخدا اور بزرگ خاتون تھیں۔ بچپن میں مجھے محترمہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ ان کے گھر میں ہمیشہ دودھ دینے والی دو دو تین تین بھینسیں رہا کرتی تھیں۔ اس لئے دودھ۔ دہی۔ لسی۔ مکھن وغیرہ اشیاء کا لنگر لگا رہتا تھا۔ اور کسی شخص کو میں نے خالی جاتے نہیں دیکھا۔ اس سخاوت کے علاوہ محترمہ اپنی ساری زندگی میں نہ کبھی کسی سے لڑیں جھگڑیں۔ اور نہ انہوں نے موجودہ تمدن اور فیشن سے کسی قسم کا اثر لیا۔ اور نہ کبھی اپنے گھر سے باہر قدم رکھا۔ وہ اپنے وجود میں بہت سی برکتیں رکھتی تھیں۔ اور ان کی زندگی دوسروں کے لئے ایک نمونہ تھی۔ افسوس کہ اس بابرکت خاتون کا وجود ہم میں سے اٹھ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

حضرت مولوی صاحب اور محترمہ موصوفہ کی نیکی اور پاکیزگی کا یہ اثر ہے۔ کہ ان کی اولاد بھی نیک۔ مخلص اور والدین کی طرح سادگی پسند ہے۔

ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ موصوفہ کو جنت میں اعلےٰ مدارج پر فائز فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مرحومہ کا جنازہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے بڑے مجمع کے ساتھ پڑھا۔ اور نعش کو کندھا دیا۔ اور مقبرہ بہشتی میں قطعہ صحابہ میں دفن کی گئیں۔

شیخ الطاف حسین صاحب کی اہلیہ کی وفات

آج ۲۶ اگست کی صبح کو شیخ الطاف حسین صاحب کارکن صدر انجمن احمدیہ کی اہلیہ صاحبہ فوت ہو گئیں۔ مرحومہ ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ مرحومہ کو جنت الفردوس کا وارث کرے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سچائی پر ساری دنیا کو چیلنج

ایک لاکھ روپیہ کے انعامات

خدا تعالیٰ اپنے فضلوں اور برکتوں سے حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی الہ دین صاحب امیر جماعت احمدیہ سکندر آباد کو مالا مال فرمائے۔ ان کے گھر پر در و دیوار پر خاندان کے ہر فرد پر اور نسل پر اور ان کی آنے والی نسلوں پر قیامت تک ایسا فضل کرے۔ کہ وہ دین اور دنیا کی ہر قسم کی برکات سے ایسے متمتع ہوں۔ کہ وہ اس لحاظ سے دنیا کے ممتاز ترین لوگوں میں سے ہوں۔ آمین

حضرت سیٹھ صاحب نے حال ہی میں ایک رسالہ بعنوان

ایک لاکھ روپیہ کے انعامات مسلم اور غیر مسلم اقوام کے لئے

شائع فرمایا ہے۔

حضرت سیٹھ صاحب نے اسلام اور احمدیت کی شناخت اور پرکھ کے لئے نیز دنیا کے کاموں میں منہمک لوگوں کی توجہ کو اسلام اور احمدیت کی طرف مبذول کرانے کے لئے ایک ایسا عمدہ اور آسان طریق پیدا کر دیا ہے۔ کہ جس سے ہر قسم کے شکوک خود بخود دور ہو جاتے ہیں۔

آپ کے مقرر کردہ اصول کے مطابق اگر کوئی شخص اس آزمائش کے لئے آگے بڑھے گا۔ تو اسے دو چیزوں میں سے ایک چیز ضرور مل کر رہے گی۔ یا تو وہ سچائی اور دین الٰہی کی نعمت سے مالا مال ہو جائے گا۔ اور اگر خدانخواستہ جس چیز کو ہم سچائی اور دین الٰہی سمجھے بیٹھے ہیں۔ وہ سچائی اور دین الٰہی نہیں۔ (جو ایسا ہونا ممکن نہیں) تو وہ شخص ہزارہا روپیہ کی جائیداد کو حاصل کر سکے گا۔

پس

اس اصول کی طرف گامزن ہونے سے کسی بھی حالت میں نقصان نہیں۔ اس لئے ہم دنیا کے ہر اس انسان کو جس کے اندر ایک ذرہ بھی ایمان ہے۔ یا وہ سچائی سے ذرا بھی محبت رکھتا ہے۔ یا اس کے دل میں خدا تعالیٰ کے پانے کی تڑپ ہے۔ ہم اس سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ آگے بڑھے۔ اور اس چیلنج کو قبول کرے۔

حضرت سیٹھ صاحب نے غیر مسلم اقوام کے لئے بیس ہزار روپیہ کا انعام رکھا ہے۔

اہل اسلام کے لئے بیس ہزار۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے اکیس ہزار

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہم خیالوں کے لئے دو ہزار

مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے اور گیارہ ہزار روپیہ۔

انجمن اہلحدیث سکندر آباد کے لئے دو ہزار۔

مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین کے لئے بائیس ہزار

مولوی محمد علی صاحب کے ہم خیالوں کے لئے دو ہزار روپیہ

جملہ ایک لاکھ روپیہ

ایک غور طلب مسئلہ

ہر انسان کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ اپنی دولت کو اس طرح پانی کی طرح بہانے کے لئے آمادہ ہو جانا کیا کوئی آسان امر ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ارادہ کرنے سے بھی انسان کا قلب لرزنے لگتا ہے۔ مگر یہ کام وہی کر سکتا ہے۔ جو ایمان کی مضبوط چٹان پر کھڑا ہو اور دنیا کی کوئی چیز اسے اپنے ایمان سے متزلزل نہ کر سکتی ہے۔ جس نے خدا تعالیٰ کو زندہ شواہد کے ساتھ دیکھ لیا ہو۔ اور جس نے اس کی تجلیات کو اسلام میں سورج کی روشنی کی طرح مشاہدہ کیا ہو۔ دوسرا آدمی اس کام کے لئے آگے نہیں آ سکتا۔

گذشتہ ایام میں جبکہ میں سکندر آباد میں تھا سیٹھ صاحب نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا۔ کہ "میں تجارت کے کاموں میں اس قدر منہمک رہتا تھا۔ کہ کوئی چیز میری توجہ کو اپنی طرف نہ پھیر سکتی تھی۔ ہر وقت دنیا کمانے کی فکر تھی۔ صبح سے شام ہو جاتی۔ اور شام سے رات ۱۱-۱۲ بج جاتے۔ اور میں تجارتی کاروبار میں لگا رہتا۔ مگر جب میں نے خدا تعالیٰ کی تجلیوں کا مشاہدہ کیا۔ جو مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے طفیل نظر آئیں۔ تو میری دنیا ہی بدل گئی۔ اب مجھے تجارتی کاروبار سے کوئی سروکار نہیں۔ جو میں نے اپنے بھائیوں کے سپرد کر دیئے ہیں۔ اور میں ان کاموں کے متعلق قطعاً کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ گویا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں نے میری دنیا ہی بدل دی۔ اب مجھے ایک ہی شوق ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں آپ کا نام دنیا تک پہنچ جائے۔ چنانچہ میں نے جو اس سے پہلے مذہبی علوم سے بالکل ناواقف تھا۔ آج ساری دنیا کی اقوام کو ان کے علماء اور فضلاء کو لیڈروں کو ایک لاکھ روپیہ کے انعام کا چیلنج دیا ہے۔ اور کوئی نہیں۔ جو اس کے لینے کے لئے آگے آئے۔"

پس

سچائی ایک قوت ہے۔ ایک پہاڑ ہے۔ ایک مضبوط چٹان ہے۔ جس کے پاس یہ سچائی ہے۔ وہ ساری دنیا سے ٹکرا سکتا ہے۔ اور اپنی ساری دولت کو اپنی زندگی اور اپنی اولاد کی زندگیوں کو اس مضمار میں لگا سکتا ہے۔ اور اس کے قلب کی قوت ایسے کی ایسی ہی رہتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ کوئی اس کے انعامات کو حاصل نہیں کر سکتا۔

ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ حضرت سیٹھ صاحب سے یہ ٹریکٹ مفت منگوا کر گھر گھر لوگوں تک پہنچائیں۔ سیٹھ صاحب تو پیکٹوں کی اجرت ڈاک بھی کسی سے نہیں لیتے۔ اپنے خرچ سے اس لٹریچر کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ جماعتیں۔ انجمنیں اس چیلنج کو منگوا کر مفت تقسیم کریں۔ اور اگر آپ اتنی مشقت بھی برداشت نہیں کر سکتے تو آپ اتنا ہی کریں۔ کہ اپنے شہر کے معززین کے پورے نام اور پتے سیٹھ صاحب کو بھیجدیں۔ وہ خود ہی ٹریکٹ ان تک پہنچا دیں گے۔

ملنے کا پتہ:۔

(حضرت سیٹھ) عبداللہ الہ دین صاحب الہ دین بلڈنگ سکندر آباد دکن

مرکز احمدیت

قادیان

مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت ایک کتاب لکھ رہا ہوں۔ یہ کتاب ماڈرن طرز پر لکھی جائے گی۔ متعدد فوٹو۔ بلاک ہوں گے۔ کتاب مجلد اور خوبصورت ہوگی۔

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ قادیان کو اس طرح دیکھ سکیں گے۔ گویا کہ آپ قادیان میں موجود ہیں۔ اور جنہوں نے قادیان کو نہیں دیکھا۔ ان کے لئے یہ کتاب ایک ایسی تصویر ہوگی۔ کہ ان کو قادیان دیکھنے کا خود بخود شوق پیدا ہوگا۔ ہمارے سلسلہ کی تبلیغی۔ تربیتی۔ آئینی مساعی کی منہ بولتی تصویر ہوگی۔ صدر انجمن کے دفاتر۔ مدارس۔ مساجد علمی مجلسوں کے تفصیلی حالات ہوں گے۔ خدام الاحمدیہ لجنہ اماء اللہ۔ انصار اللہ۔ اطفال الاحمدیہ ناصرات الاحمدیہ۔ ان سب انجمنوں کے تذکرے ہوں گے۔

سلسلہ کی قابل ذکر ہستیوں کے مختصر حالات بعض اہم شخصیتوں کے فوٹو۔ قادیان کی ایسی خواتین کا ذکر بھی ہوگا۔ جو سلسلہ کی خدمات میں نمایاں حصہ لے رہی ہیں۔ یا وہ اپنی فدائیت اور صحابیت کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ سلسلہ کے مبلغین کے بھی ایک حد تک حالات ہوں گے۔

سلسلہ کے قاضیوں اور مفتیوں کے تذکرے اور مختصر حالات ہوں گے۔

الغرض

یہ کتاب اپنے رنگ میں ایک لطیف و دلچسپ کتاب ہوگی۔ جو اپنی خوبیوں کی وجہ سے خود آپ کو مجبور کر دیگی۔ کہ آپ اسے اپنے لئے خریدیں۔ اور اپنے دوستوں کو تحفہ دیں۔

"قادیان"۔ قادیان کی ایک مکمل تصویر ہوگی۔ آج ہی اپنی درخواست بھیجکر کتاب ریزرو کرالیں۔ کیونکہ یہ کتاب گرانی کاغذ کی وجہ سے تھوڑی تعداد میں شائع کی جائیگی

(محمود احمد عرفانی۔ ایڈیٹر الحکم قادیان)